

شذرات

سندھ اسمبلی میں سندھی زبان کی ترویج اور ترقی کے بل پاس ہونے کے بعد جو لسانی تنازعہ شروع ہوا، اس سے کراچی اور حیدرآباد کا سا ناکار د بار محفل ہو گیا۔ حیدرآباد میں اردو کتابت کرنے والے جو دو تین منشی صاحبان تھے وہ ایک ماہ قبل ہی پوسٹل اور پفلٹوں کی کتابت میں لگ گئے تھے اس لئے ماہنامہ ”الولی“ کا یہ شمارہ بعد مجبوری دو ماہ جون اور جولائی کا ساتھ نکالا جاتا ہے، امیدوار التماس ہے کہ قارئین حضرات ہماری مجبوری کو دیکھ کر ہمیں اس کوتاہی سے معاف فرمائیں گے۔

کیس قدر افسوس ناک بات ہے کہ سندھی زبان کی ترویج کے بل پاس ہونے کے بعد ہمارے لئے اور پرانے سندھیوں میں بہت زیادہ تلخی آگئی اور مسلمان مسلمان کے خون کا پیسا ہو گیا اصل حقیقت کو اگر دیکھا جائے تو بل میں کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے اردو کی حیثیت پر کوئی اثر پڑا ہو۔ فوجی آمرانہ نظام سے پہلے جو صوبہ سندھ میں سندھی زبان کی حیثیت تھی آمرانہ حکم سے اس کی وہ حیثیت ختم کی گئی تھی جو صدیوں سے اس کو حاصل تھی، اس کو اس بل سے پھر وہی حیثیت واپس آگئی تھی باقی اردو کو جو آئینی تحفظ حاصل تھا وہ تو اپنی جگہ پر قائم ہے۔

سندھی زبان صدیوں سے اس خطے کی زبان رہی ہے، جس میں اسلامی علوم اور فنون کی ہزاروں کتابیں موجود ہیں۔ بارہویں صدی میں ایک طرف اگر شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے فارسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ شروع کیا تو

الولی جہد آباد ۳
 دوسری طرف ان کے عظیم معاصر مخدوم مد ہاشم ٹھٹوی سندھی نے سندھی میں ترجمہ اور تفسیر شروع کی۔ شاہ صاحب کے ایک دوسرے معاصر مخدوم عبداللہ کچھ نری والہ نے اسی بارہویں صدی میں خزینہ اعظم نام کی مسائل اور اخلاق میں آٹھ جلدوں کی ایک ضخیم کتاب لکھی جو تقریباً احیاء العلوم تالیف غزالی سے دگنی ہے۔

مذکورہ مصنف کی طرف سے اسلام کی بیسوں کتابیں سندھی میں تصنیف ہوئیں اسکے علاوہ ان سے بھی متقدمین عالمی شہرت کے علماء سندھ نے سندھی میں کتابیں تصنیف فرمائیں جو مدارس کے نصاب میں داخل تھیں قدیم دور میں ان کتابوں کو نہ صرف مسلمان پڑھتے تھے بلکہ مدارس میں ہندو طلبہ بھی سندھی کی مذکورہ کتابیں پڑھتے تھے۔ جس سے یہ فائدہ ہوا کہ سندھ میں سندھی زبان اور کتابوں کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ جاری رہی اور صرف امر و نہی کے ایک گادوں میں حضرت مولانا تاج محمود امر و نہی کے ہاتھ پر سات ہزار سے زائد غیر مسلم اسلام کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت مولانا امر و نہی نے محمود المطابع نامی ایک چھاپہ خانہ بھی قائم فرمایا تھا۔ جہاں سندھی زبان میں اسلامی کتابیں شائع ہوتی تھیں مولانا امر و نہی نے قرآن مجید کا سندھی زبان میں مکمل ترجمہ فرمایا تھا جو کئی بار چھپ چکا ہے، اسی طرح سندھی زبان میں تقریباً چالیس تراجم قرآن اور تفاسیر مطبوعہ شکل میں موجود ہیں۔ کیا اسی زبان کو اپنے وطن میں بھی یہ حق حاصل نہ ہو کہ اس کی تعلیم دی جائے۔ وغیرہ۔

ہنگامی زبان کو کافرانہ زبان بتا کر جو اس کی مخالفت کی گئی تھی اس کا برا نتیجہ ہمارے سامنے ہے، کیا اس تجربہ کو پھر دہرایا جا رہا ہے یا اس سانی تنازعہ کا اصلی سبب عوامی حکومت کے خلاف سازش ہے۔ جب سے عوامی حکومت وجود میں آئی ہے تو سرمایہ دار اور رجعت پسندوں کی یہ کوشش رہی ہے کہ مختلف ہنگاموں کے

جون ۲۰۲۲ء

الوی حیدر آباد

فدلیہ بکراں پیدا کر کے عوامی حکومت کو ناکام بنایا جائے۔ جس کا صدر موصوف نے مال ہی میں انکشاف فرمایا ہے۔

لسانی تنازعہ کو ہوا دینے میں جو اخبارات کا کردار رہا ہے۔ اس سے ہمیں بحث ہتیں، لیکن افسوس تو بعض علماء دین کا ہے کہ قرآن مجید کے اس واضح حکم :- ”ان جاء کفر فاسق بنبا فتنینوا“ کے ہوتے ہوئے وہ بھی جانب داری کے شکار ہو گئے۔ ہمارے بزرگ دوست مولانا مفتی صاحب دزیرا علی سندھ یہ فرمانے لگے کہ سندھ میں مدارس اسلامیہ کو بھی معاف نہ کیا گیا، ان کو لوٹا اور تباہ و برباد کیا گیا۔ مفتی صاحب کو اگر چند مفسدوں کی طرف سے ایسے تار موصول ہوئے تھے تو کیا آپ کا یہ فرض نہ تھا کہ فوراً ٹیلیفون پر جمعیت العلماء سندھ سے رابطہ قائم کرتے۔ بحمد اللہ سندھ میں اب بھی مولانا محمد شاہ امری مولانا عبدالکرم یم بیرائی۔ مولانا منظر الدین امیر ضلع سکھر اور مولانا نور محمد صاحب سجاولی جیسے اکابر علماء بے لوث قومی خادم موجود ہیں جن سے حقیقت حال واضح ہو جاتی، پھر کوئی بیان دیتے تو سندھ کے قومی اور علمی مرکز کھڑہ کراچی کے مولانا حافظ محمد اسماعیل صاحب اور مولوی اہورا پو بروہی صاحب کو مفتی صاحب کے بیان پر تردید کی ضرورت نہ ہوتی۔ اسی طرح خدام الدین لاہور اور لائپور کے ایک بزرگ معاصر کا بھی لسانی تنازع میں رویہ عالمانہ وقار کے خلاف رہا۔ بہر حال اچھا ہوا کہ صدر پاکستان کی بروقت مداخلت سے یہ جھگڑا ختم ہو گیا اور مفسدوں کو اپنی شرارت میں کامیابی نہ ہوئی۔